© rasailojaraid.com

دار الاسلام کا ذہنی پس منظر

(از جناب عزیز ہندی)

[ہمارے رفقاء میں ایک تازہ، اور قیمتی اضافہ جناب عزیز ہندی کا ہے۔ ان کے نام سے ہندوستان کے اخبار بین حضرات نا آشنا نہیں ہیں۔ یہ ۱۹۲۰ء کی تحریک ہجرت کے علمبردار تھے۔ تقریباً دو لاکھ آدمیوں کیساتھ ہجرت کرکے افغانستان تشریف لے گئے۔ وہاں جمال پاشا کے زیر سرپرستی انہوں نے فوجی تعلیم حاصل کی اور عساکر افغانیہ میں داخل ہو کر کرنل کے درجے تک ترقی کی۔ وہیں ان کو دنیائے اسلام کے آزاد ممالک کے حالات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنیکا موقع ملا جس نے روز بروز یہ حقیقت ان پر واضح کردی کہ احیائے ملت اسلامیہ کیلیے ان آزاد ممالک کی فضا ہندوستان سے بھی زیادہ ناسازگار ہے۔ اسکے ساتھ انہوں نے کئی سال تک نظام اشتراکیت کا نہ صرف علمی حیثیت سے مطالعہ کیا بلکہ اسکے عملی پہلو کو بھی بہت قریب سے دیکھا اور اس مطالعہ نے آخر کار ان کو بربنائے اعتقاد نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت اس نتیجہ پر پہنچا یا کہ نظام اسلامی کے مقابلہ میں نظام اشتراکی ہر حیثیت سے ناقص ہے، مگر دنیا اس ناقص نظام کی طرف صرف اسلیے کھنچی چلی جارہی ہے کہ کامل نظام کو وہ مجاہد میسر نہ آئے جو ناقص نظام کو حاصل ہوگئے ہیں۔ یہی اثرات تھے جنہوں نے آخر کار ان کو افغانستان سے پھر ہندوستان کی طرف واپس بھیجا۔ یہاں یہ کئی سال تک احیائے ملتِ اسلامیہ کیلیے صدا بصحرا بلند کرتے رہے۔ اور اس دُھن میں انہوں نے اپنا سب کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قربان کر دیا - اب یہ مایوسی کے مقام تک پہنچ چکے تھے کہ دار الاسلام کی دعوت ان کو پہنچی، اور اس کو دیکھتے ہی ان کے ضمیر نے آواز دی کہ جس چیز کیلیے یہ برسوں سے سرگرداں تھے وہ یہی ہے]

ہندوستان کے اندر، ائمہ و مفکرین اسلام کا ایک ایسا گروہ موجود ہے جو "دین اسلام" کو محض چند عقائد و عبادات کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ ایک مستقل نظام زندگی تصور کرتا ہے اور اسے اسی حیثیت سے آج کی دنیا میں متعارف کرنا چاہتا ہے -

اس وقت دنیا میں جو نظام رائج ہیں ان کی تعداد صرف دو ہے - ایک کو "نظام سرمایہ داری" اور دوسرے کو "نظام اشتراکیت" کہتے ہیں - اور جس چیز کو ہم جمہوریت کے اسم ولقب سے موسوم کرتے ہیں وہ دراصل اپنی ذات میں کوئی نظام زندگی نہیں بلکہ صرف ایک "صورت سیاسی" (Political phase.) ہے جو زندگی کے ان دو بڑے نظاموں سے متعلق ہے -

عرف عام میں جن ممالک کو ہم جمہوری کہتے ہیں مثلاً انگلستان، فرانس، امریکہ وغیرہ ان سب میں جمہوریت کے مراتب اور اسکی تعبیرات مختلف ہیں - روس کا اشتراکی ملک جسکا نظام زندگی، بدیہی اور قطعی طور پر ان مذکورۂ بالا ممالک سے مختلف ہے، جمہوریت کو اسی طرح اپنا رہا ہے جس طرح دنیا کے اور جمہوری ممالک - بلکہ اگر دیکھا جائے تو اٹلی جو فاشزم کا علمبردار ہے اور جرمنی جو نازی ازم کو پھیلا رہا ہے، صریح ڈکٹیٹرشپ کی موجودگی میں اس بات کا دعوی کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں جمہوریت کی جو شکل وصورت ہے وہ فرانس، انگلستان اور امریکہ کی جمہوریت سے صحیح اور کامل تر ہے - روس میں مزدور حکومت کے اولین انتخابات کے موقع پر اشتراکیت کے علمبرداروں نے جو تقریریں کی ہیں ان میں صاف طور پر اس دعوے کا اعلان کیا گیا ہے کہ دنیا میں صرف اشتراکی نظام ہی ایک ایسا نظام ہے جس میں جمہوریت اپنی تمام منفعتوں کے ساتھ ظاہر و نمایاں ہو سکتی ہے - پس اس سے ثابت ہوا کہ "جمہوریت"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بجائے خود کوئی نظام نہیں بلکہ یہ کسی نظام کی ایک متعلقہ صورت ہے جسے ہم نے اوپر "صورت سیاسی" کہہ کر پکارا ہے۔

دنیا نے اس وقت تک جسقدر ترقی کی ہے، وہ حیات انسانی کیلیے ان دو نظاموں کے سوا کوئی تیسرا نظام زندگی پیدا نہیں کر سکی۔ اور آج اگر دنیا کے اندر بسنے والے انسانوں کا تجزیہ کیا جائے تو خواہ ان کی نظری و فکری کیفیت آپس میں کتنی بعید و مختلف کیوں نہ ہو، وہ اپنی مذکورہ بالا دو نظاموں میں سے کسی ایک کے ماتحت اپنی زندگی بسر کر رہے ہونگے۔ یا وہ اشتراکیت یا اشتراکیت سے قریب تر کوئی نظام اختیار کیے ہوئے ہونگے، یا پھر وہ سرمایہ دارانہ نظام کی کسی شق کے ماتحت اپنی زندگی کی صبح و شام ایک کر رہے ہونگے۔ کوئی تیسرا نظام نہ انہیں میسر ہوا اور نہ سنجیدگی کیساتھ اب تک انہوں نے اسکی تلاش ہی کی ہے۔

"اسلام" زندگی کا ایک الٰہی نظام تھا جسے مسلمانوں نے فکر و عمل کی غلط کاری سے ملوکیت میں تبدیل کر لیا اور پھر عرصۂ دراز تک اسی کی آغوشِ ظلمت میں وہ اپنی زندگی بسر کرتے رہے۔ ملوکیت دراصل جاگیردارانہ نظامِ زندگی (Feudal System) کی ایک "صورتِ سیاسی" تھی جسے آگے چل کر بعد کے ارتقائی درجوں میں نظام سرمایہ داری اور اسکی صورت سیاسی یعنی جمہوریت میں تحلیل ہونا تھا اور گو مسلمانوں نے ملوکیت کا جامہ خوشی خوشی اپنے زیب تن کر رکھا تھا تاہم چونکہ وہ ان کے فکری پس منظر سے مطابقت نہ رکھتا تھا اس لیے جب یورپ میں نظام جاگیرداری ترقی کر کے نظام سرمایہ داری میں تبدیل ہوا تو وہ نہ تو اس تبدیلی کو سمجھ سکے اور نہ کورانہ وار اس کی تقلید ہی کر سکے۔ یہ بالکل غلط ہے کہ مسلمان جہالت یا کم عقلی کی بنا پر ایسا نہ کر سکے۔ نہیں، بلکہ ان کا اس تبدیلی کو نہ سمجھنا محض اس سبب سے تھا کہ ان کا فکری پس منظر یورپ والوں کی طرح ابھی تک روحانیت سے مادیت میں تبدیل نہ ہو سکا تھا۔ مسلمانوں نے عملی طور پر ملوکیت کو تو اپنا رکھا تھا لیکن فکری طور پر وہ ابھی اپنی روح کو مادیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے رنگ میں رنگین نہ کرسکے تھے - نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ اپنے مادی پس منظر کی بنا پر اپنی زندگی کے نظام میں آگے بڑھتا چلا گیا، اور مسلمان ملوکیت ہی کے ہلاک آفریں گرداب میں پھنسے رہے -

فکر و عمل کے اس بُعد و تناقض نے، یورپ والوں کے بالمقابل مسلمانوں کو کمزور کرنا شروع کیا اور دو ہی تین صدیوں کے قلیل عرصہ میں انہیں یورپ، ایشیاء اور افریقہ کے بہت سے ممالک سے بیدخل کرکے رکھدیا - پھر جس طرح ہر کمزور طاقتور کا اثر بہت جلدی قبول کرتا ہے، اسی طرح ان ممالک کے مسلمانوں نے جہاں انکی اپنی سلطنتیں قائم تھیں، بتدریج اپنے فکری پس منظر کو بدلنا شروع کردیا حتی کہ آج ہم ترکی میں مصطفےٰ کمال، ایرآن میں رضا شاہ پہلوی، اور مصر، عرب، افغانستان وغیرہ میں اسی قسم کے امراء کو موجود دیکھتے ہیں، جو اپنے اس فکری پس منظر کو یورپ کے مادی پس منظر میں تبدیل کرچکے ہیں - اب ان کی زندگی کا نظام بھی سرمایہ دارانہ نظام زندگی کے مختلف مدارج میں سے گذر رہا ہے، اور وہ بھی اپنے داخل میں اس نظام کی "صورتِ سیاسی" یعنی جمہوریت کو متعارف و قبول کرتے چلے جارہے ہیں -

اور جن ممالک میں مسلمان مغلوب و محکوم ہیں وہاں بھی اجنبی حاکموں کا غلبہ و اثر یہی کچھ منظر پیش کررہا ہے - فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کے آزاد ممالک میں، فکر و نظر کے اسلامی پس منظر کو قوت و تشدد کے زور سے دبانے کی کوششیں کی گئیں جیسے ترکی افغانستان اور ایرآن میں ہوا لیکن یہاں ہندوستان اور اسی کی طرح کے دیگر محکوم ممالک میں نظام سرمایہ داری کی عملی تعلیم و تلقین نے اس روحانی اور الہی پس منظر کی جگہ بتدریج مادی پس منظر کی بنیادیں تعمیر کرنا شروع کردیں، اور آج نوبت یہاں تک پہونچ چکی ہے کہ ہمارے ہاں زندگی کا نظریہ ہی سرے سے تبدیل ہوچکا ہے - اب ہم اپنے معاملات زندگی کے بیشتر کاموں کو اور ہی زاویۂ نگاہ سے دیکھنے لگ گئے ہیں، مادیت کا گہرا رنگ ہم پر چڑھ چکا ہے اور ہم نظام سرمایہ داری کا ایک خوبصورت شکار بن چکے ہیں -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابتدائی انقلاب کے وقت مسلمانوں نے غلط طور پر "بادشاہت اور ملوکیت" کو "اسلامی خلافت" سمجھا۔ وہ ماسوا اللّٰہی طاقت کے آگے جھک پڑے اور بت پرستوں کی طرح بادشاہت کے بت کو پوجنے لگ گئے۔ ساری ملت ان ہی کے رحم و کرم پر تھی۔ ان کی اس ذرا سی لغزشِ نگاہ نے ہمیں صدیوں پیچھے ڈال دیا اور انجام و نتائج کی تباہ کاریوں سے ہم ہمیشہ کیلیے غیر محفوظ ہو گئے۔

تاہم فکر و نظر کی یہ نہایت ہی نازک اور اہم غلطی، اپنے ارتکاب کے وقت بالکل غیر محسوس طور پر ہوئی۔ ملوکیت، خلافت کے لباس میں ملبس ہو کر سامنے آئی تھی اس لئے علماء وضاحت اور قطعیت کیساتھ اس کے برخلاف جہاد کا علم ملبند نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہوں کو جو خلیفہ کہلاتے تھے تنقید و گرفت سے تو نہ چھوڑا مگر بادشاہت کے اس لباس کی وہ پردہ دری نہ کر سکے جو ان خلفائے نے پہن رکھا تھا۔ غرضکہ اسلام کے صحیح تصور سے اس طرح اوجھل ہو کر ہم نے ملوکیت[1] کی جو بنیاد رکھی تھی اسے تاریخی اور سائنٹفک طور پر بھی بالآخر اسی منزل پر پہونچنا تھا جسکے سامنے ہم آج سب کے سب کھڑے ہیں۔

---

[1] ریاست یعنی اسٹیٹ (State.) کے متعلق اسلام کا بنیادی تخیل بادشاہت یا ملوکیت نہ تھا بلکہ خلافت و نیابت الٰہی تھا۔ صدرِ اسلام سے ہٹ کر سب سے پہلے خلفاء بنی امیہ نے ملوکیت کو اسلام میں راہ دی۔ انہوں نے "خلافت اور خلیفہ" کے ناموں کو تو بجنسہ برقرار رہنے دیا لیکن انکی روح کو ملوکیت میں بدل ڈالا۔ سب سے پہلی ضرب جو انہوں نے خلافت پر لگائی وہ خلافت میں نسلی وراثت کا رواج تھا، اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ "ملوکیت، خلافت کے لباس میں ملبس ہو کر سامنے آئی تھی اس لئے مسلمان وضاحت اور قطعیت کیساتھ اس کے برخلاف جہاد کا علم ملبند نہ کر سکے" تو اسکا یہی مطلب ہے کہ وہ خلافت میں نسلی وراثت کے دوررس نتائج کو صاف طور پر نہ دیکھ سکے اور یہی انکی غلطی تھی۔ اس نے آگے چل کر اسلام کی روحِ اخلاق کو (جو خلافت کے صحیح تخیل کی صورت میں تو بعینہ برقرار رہ سکتی تھی) ملوکیت کے اخلاق میں بدلنا شروع کیا اور جب عباسیہ کے دور میں خلافت کی مملکت اپنی انتہائی وسعت کو پہونچ چکی تو اسی ملوکی اخلاق کی بنا پر مختلف اقطاعِ اسلامی، اپنے مرکز سے جدا ہو ہو کر ٹھیٹھ ملوکیت کے لباس میں ظاہر ہونے شروع ہو گئے، اور ان اقطاع و ممالک میں سلطنت و بادشاہت کا وہ عجمی تخیل جس سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور گو آج ہم صریح خسران اور گھاٹے میں ہیں، تاہم خدا کا شکر ہے کہ ہم نے صدیوں پہلے جس غلطی کا ارتکاب نامعلوم و نامحسوس طور پر کیا تھا اسے ہم نے عین وقت پر یعنی اپنی ہلاکت و مرگ سے پہلے دریافت کر لیا ہے۔ اب بظاہر ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ ہماری نشأۃ ثانیہ یقینی و ناگزیر ہے، اور گو ہم تیقن کے ساتھ اس مدت کا اندازہ ابھی نہیں کر سکتے جو ہماری زندگی کی تجدید کے لیے ضروری ہے، تاہم اس امر کا خطرہ اب بالکل جاتا رہا ہے کہ ہم سرے سے محو و ہلاک ہو جائینگے۔

ہم جس غلطی کے مرتکب ہوئے تھے اسے صدیاں گذر چکی ہیں اور اب یقیناً، اسکی تلافی و

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶ - اسلام شروع میں معرکہ آرا رہا تھا از سر نو قائم ہو گیا۔

خلافت کو ملوکیت میں اس طرح مسخ و منقلب کر کے مسلمانوں نے جو راستہ اپنے لیے تجویز کیا وہ اُس حقیقی شاہراہ سے بالکل مختلف تھا جو اسلام نے ان کے لیے مشخص و متعین کر رکھا تھا۔ پس اس امتیاز کو مٹا دینے کے بعد ان کے لیے بجز اغیار کی تقلید کے اور کوئی چارہ کار ہی باقی نہ تھا۔ میرا یہ دعوے ہے کہ اگر مسلمان، خلافت کے صحیح تصوّر کو اسطرح کھو نہ دیتے تو روم و فارس کی سلطنتوں کی تباہی کے بعد جو در اصل جاگیر دارانہ نظام کی شہنشاہی صورتیں تھیں نہ تو خود مسلمان از سر نو جاگیر دارانہ ماحول میں اپنی زندگی کا سفر شروع کرتے اور نہ اس دنیا پر نظام سرمایہ داری و اشتراکیت کی لعنتیں ہی مسلط ہو سکتیں۔ یقینی طور پر تاریخی ارتقا (Historical evolution.) کا وہ افسانہ جسے آج مادیین پیش کر رہے ہیں بالکل مختلف ہوتا۔

اور جب میں یہ کہتا ہوں کہ گو مسلمانوں نے ملوکیت کو تو اپنا لیا تھا لیکن وہ اپنے فکری پس منظر کی وجہ سے اُس راستہ پر نہ بڑھ سکے جس پر اہل یورپ بڑھے ہیں۔ تو اسکا در اصل یہ مطلب ہے کہ ان کے ہاں "اسٹیٹ" اور "چرچ" (State and church.) میں کبھی وہ فرق و امتیاز قائم نہ ہو سکا جسے اہل یورپ نے ایک بڑی طویل جنگ کے بعد، صنعتی انقلاب سے بہت مدت پہلے قائم کر لیا تھا۔ اسلیے کہ ان کا فکری پس منظر یورپ والوں کی طرح محض مادّی نہ تھا مسلمانوں نے تو اب کہیں جا کر مصطفےٰ کمال پاشا کے عہد میں "خلافت" کو "اسٹیٹ" سے جدا کر کے

© rasailojaraid.com

صحت کیلیے بھی ایک طولانی مدت درکار ہوگی، تاہم اس کا حساب صدیوں میں نہیں بلکہ برسوں کی گنتی میں ہوگا۔ ہم نے جس لمحہ سے اس غلطی کو معلوم کرلیا ہے اسی لمحہ سے ہماری نئی زندگی کا شمار شروع ہو چکا ہے اور جس طرح ہر نئی زندگی اپنا ایک ابتدائی دور رکھتی ہے اسی طرح اس کا بھی ایک ابتدائی دور ہوگا جس میں جدوجہد اور کشمکش حیات کے وہ تمام مناظر و مراحل سامنے آئینگے جو کسی زندگی کو اپنے قیام کے دوران میں پیش آیا کرتے ہیں۔ اس کا ایک خاص سبب ہے، وہ یہ کہ غلطی کی دریافت اور اس کا احساس بیک وقت ساری ملت پر نہیں ہوتا بلکہ اکثر و بیشتر اوقات میں ملت کا سب سے زیادہ ضعیف و پامال طبقہ، حالات کے غیر معمولی فشار کے باعث اسے سب سے پہلے معلوم و محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہندوستان کے محکوم و پس ماندہ مسلمان کو اسے سب سے اول کشف و تحقیق کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ترکی، ایران یا افغانستان کے مسلمان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔

اور جو بات پوری ملت کیلیے صحیح ہے بعینہٖ وہی کسی ایک طبقہ کیلیے بھی صحیح ہوگی جس طرح پوری ایک ملت بیک وقت ایک ہی شے کو نہیں دیکھ سکتی، اسی طرح ایک طبقہ بھی ایک ہی وقت میں اپنی گمراہی پر متنبہ نہیں ہوسکتا۔ اس طبقہ میں سے بھی کوئی ایک فرد اٹھتا ہے جو اپنے ابنائے قوم کی توجہ کو اس غلطی کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور پھر شدہ شدہ یکے بعد دیگرے افراد اسکی دعوت سے متاثر ہونا شروع ہوتے ہیں، اور ایک جماعت بناکر ملت کے تمام اعضاء و جوارح کو اس سے باخبر کرتے ہیں، پھر ملت کا جسقدر حصہ انکے خیالات و افکار سے متاثر ہوکر ان سے آملتا ہے اسی کو اپنی قوت کا سرمایہ قرار دیکر وہ اپنی زندگی و زیست کے سامان فراہم کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ہر اس مزاحمت کو جو ان کے راستہ میں حائل ہوتی ہے مجاہدانہ نبرد آزمائی سے دور و نابود کرتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ - کوشش کی ہے۔ بہرحال مطالب کی وضاحت کے لحاظ سے جسقدر اس نوٹ میں گنجائش ہوسکتی تھی میں نے اسکی توضیح کردی ہے۔ میں اس مضمون کو پوری تفصیل کیساتھ اپنی دوسری قسط میں چھیڑنے والا ہوں قارئین منتظر رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی حال ہندوستان میں ان افراد کا ہے جنہوں نے اس غلطی کا انکشاف کیا ہے۔ وہ ابھی خال خال ہیں اور ایک دوسرے سے جدا اور آپس میں بالکل ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ ان میں سے چند ایک نے اپنے مکاشفہ و شرح صدر کی کیفیت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا بھی شروع کر دیا ہے، اور بعض نے نہایت بے صبری اور عجلت کے ساتھ خاص اپنے وجود کو مرکز قرار دیکر امت کے اجتماع و تنظیم کا اہتمام بھی اپنے ذمہ کر لیا ہے۔ اس پچھلی قسم کے افراد میں سے (علامہ) عنایت اللہ المشرقی اپنی تحریک خاکساریت کے ساتھ، عبدالمجید قریشی اپنی تحریک وحدت خطابہ مساجد کیساتھ اور کشفی شاہ نظامی اپنی تحریک تنظیم کیساتھ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ان افراد پر "ملوکیت بجائے خلافت" کی غلطی کا انکشاف کس کس شرح و عنوان سے ہوا ہے اور اسلام کے حقیقی پس منظر کو انہوں نے روشنی کی کس مقدار سے دیکھا ہے تاہم انکی اضطراری کیفیت سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ وہ "اسلام" کو موجودہ نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے کوئی الگ شے ضرور تصور کر رہے ہیں۔

اسلام کے بنیادی پس منظر کو سمجھنے اور تصور میں جگہ دینے کیلئے، روشنی کی جس مقدار کی ضرورت ہے، وہ یقیناً ایسے ماحول میں جو سرتاپا غیر اسلامی اور قسم قسم کی ضلالت اور گمراہیوں سے ترکیب پایا ہوا ہو، کسی ایک فرد کو پوری طرح میسر نہیں آسکتی۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسے ہی افراد کی پوری ایک جماعت موجود ہو جو اپنی جماعتی حیثیت سے پہلے کسی جگہ کو اپنا مرکز بنائے اور پھر تحقیق و تفکر اور دعوت و تبلیغ کا کام شروع کر دے۔ اس طرح یقینی طور پر متحد الفکر افراد کی ایک جماعت پہلے موجود ہو جائیگی جو اپنے افراد کی عملی کوتاہیوں اور انکی فکری لغزشوں کے مضر اثرات و نتائج سے بچ کر اپنی راہ نکالیگی، اور پھر ملت کے اس طبقہ یا حصہ کو متاثر کرنا شروع کر دیگی جو اب تک بے خبرانہ طور پر ضلالت و گمراہی کی زندگی بسر کر رہا تھا۔

تجربہ نے یہ حقیقت ہم پر پوری طرح آشکار کر دی ہے کہ اس پایہ کا کوئی ایک شخص اپنی انفرادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حیثیت میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکا۔ اسکی تمام تر وجہ یہ ہے کہ جس حالت سے ہم آجکل گذر رہے ہیں وہ ہماری ملت کیلیے افتراق و انشقاق کی حالت ہے، جس میں ملت کے مختلف طبقات و عناصر اپنی انفرادی و فرقائی زندگی بسر کرنے کے خوگر ہو چکے ہیں، اور اس ایک کیفیت نے ان میں ایک دوسرے کے برخلاف انانیت و سرکشی کے مرض کو عام کر رکھا ہے۔ اس سبب سے جب کوئی ایسا فرد یکہ و تنہا میدان میں آتا ہے تو وہ اس سے متاثر ہونے کے بجائے اس کے دشمن اور رقیب بن جاتے ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ بے چارہ دب کر خاموش بیٹھ جاتا ہے اور یا پھر جھنجلا کر اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتا ہے اور فریقانہ عصبیت کے گرداب میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

ایسے تنہا شخص کو ایک اور عارضہ بھی پیش آتا ہے، اور وہ خود اس کے اپنے نفس سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کے نفس کی ہوا و ہوس اسے دھوکا دیتی ہے۔ وہ شروع ہی میں اپنے آپ کو کامل سمجھ لیتا ہے اور اس لیئے بجائے اپنے ہی جیسے کامل انسانوں کی جستجو کرنے کے وہ اپنے گرد محض کارکنوں کو تلاش کرتا ہے اور جب اسے ایسے دو چار کارکن مل جاتے ہیں تو وہ انہی کو اپنی جماعت کی متاعِ بنیاد سمجھکر کام شروع کر دیتا ہے۔ اس آغاز کے بعد اسے پتہ چلتا ہے کہ اسے محض کارکن نہیں بلکہ اپنے ہی جیسے ہم رتبہ و ہم پایہ افراد کی ضرورت تھی۔ لیکن جب وہ احساس کی اس منزل پر انہیں ڈھونڈنے بیٹھتا ہے تو بوجہ اپنی ناواقفیت و بے خبری کے انہیں پا نہیں سکتا۔ اگر کوئی ایک آدھ سر راہے اسے مل بھی جائے تو وہ شک اور تذبذب کی نگاہوں سے اسے دیکھتا ہوا ایک طرف ہٹ جاتا ہے اور اسکی معیت سے صاف انکار کر دیتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص اپنی کوششوں میں ناکام رہتا ہے اور اس ناکامی سے اپنی ابتدائی غلطی پر متنبہ ہونے کے بجائے وہ اسے افرادِ متعلقہ کی کمیٔ فہم یا ان کے شخصی بغض و عناد پر محمول کرتا ہے، اور اپنی طبیعت کے غصہ سے پیچ و تاب کھا کر اپنے حواریوں کی طرف واپس لوٹتا ہے اور انہیں فرقائی و جماعتی تعصب کا ہلاکت آفریں درس دینے میں ہمیشہ کیلیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معروف و مشغول ہو جاتا ہے۔

پس تشتت و انتشار کے اس ماحول کے اندر کسی ایک فرد کیلئے خواہ وہ ایک بڑی حد تک کامل ہی کیوں نہ ہو یہ ممکن نہیں کہ وہ ملت کے بیشتر و کثیر حصہ کو اپنے وجود سے متاثر کر سکے جب تک کہ خود اس جیسے ہم رتبہ و ہم پایہ افراد اس کے اردگرد جمع نہ ہو جائیں۔

واقعات کے اس غائر مطالعہ و مشاہدہ نے یہ حقیقت ان افراد پر جن کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ ملت کی تجدید و تعمیر کی فکری بنیادوں میں صرف ہو رہا ہے روز روشن کی طرح عیاں کر دی ہے اور یہ شکر و مسرت کا مقام ہے کہ ابھی اس حقیقت کو منکشف ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری ہے کہ خدائے قدیر و رحیم نے وہ تمام سامان پیدا کرنے شروع کر دیے ہیں جنکی ایک ایسی جماعت کو، اپنے وجود کی تکمیل سے پہلے ضرورت ہو سکتی ہے۔

ہندوستان کے وسیع و عریض برِ اعظم کی سطح پر پھیلی ہوئی مخلوق میں سے ایسے گنتی کے چند افراد کو شناخت کرنا اور پھر ان کے اندر ایک مضبوط ارتباط پیدا کرنا جس سے وہ ایک جماعت کہلا سکیں، وسائل سفر و مراسلت کی افراط و ارزانی کے باوجود ملت کے موجودہ افتراق و تشتت کو دیکھتے ہوئے ایک بے ہودہ خیال اور باطل امید تھی چنانچہ ہمارا گذشتہ تجربہ اس پر شاہد ہے کہ باوجودیکہ ایک اچھی خاصی مدت سے اسلام کے صحیح تصور کو کئی رنگ و عنوان سے ملک کے ہر گوشہ و مقام سے پیش کیا جا رہا ہے، مگر پھر بھی ایک ایسی جماعت وجود و تکمیل نہیں پا سکی جو بحیثیت جماعت کے دین اسلام کو دنیا اور مسلمانوں کے اندر پھیلانے کا کام اپنے ذمہ لیتی اس کے لیے کسی جگہ ایک مقامی مرکز کی ضرورت تھی جہاں اس قسم کے تمام افراد یک جا و جمع ہو سکتے۔ اور جب اس قسم کی کوئی جگہ بھی موجود نہ تھی تو وہ جمع بھی نہیں ہو سکتے تھے۔

کہا جا سکتا ہے کہ وحدت فکری کیلیے مقام کی قید و بست عبث ہے لیکن یہ اسی وقت صحیح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتا ہے جبکہ افراد کا انتشار و پھیلاؤ کسی مقام و مرکز سے وابستہ ہو - ابتدا ر میں افراد کا ایک مستقل طور پر جمع ہو کر اپنا ایک مخصوص نظام قائم کرنا اور اپنے آپ کو صحیح معنوں میں ایک جماعت کی شکل میں ترتیب دینا بنیادی طور پر اشد ضروری ہے اور اگر یہ صحیح نہیں تو پھر کیوں اب تک کوئی ایسی جماعت معرض وجود میں نہ آسکی جبکہ وحدت فکری، جستجو و یافت کی دسترس سے باہر نہ تھی - درحقیقت قدرت کا یہ ایک اٹل قانون ہے کہ کوئی شے اسوقت تک خلق نہیں ہو سکتی جبتک کہ اس کے لیے کوئی منزل و مقام موجود نہ ہو ٹھیک اسی طرح وحدتِ فکر و عمل کے لیے بھی ایک منزل اور قرارگاہ کی ضرورت ہے جہاں ایسے تمام افراد جمع کیے جا سکیں جو اپنی اجتماعی صفت کے ساتھ فکر و عمل کی یک رنگی کا ایک ایسا مظاہرہ پیش کریں جس سے ایک جہان صید و نخچیر ہو جائے۔

اس قسم کا کوئی مرکز کبھی تو افراد کی اپنی جستجو و کاوش کے نتیجہ کے طور پر میسر و حاصل ہوتا ہے اور کبھی تائید و نصرتِ الٰہی اسے خود منتخب کرتی ہے اور کوئی آدمی اٹھ کر اسکی بنیاد ڈال دیتا ہے اور یہ شان ایزدی ہے کہ ضلع گورداسپور کے ایک نہایت ہی حقیر گاؤں جمال پور میں جو پٹھان کوٹ سے تقریباً چار میل جانب جنوب واقع ہے یہ سعادت چودھری نیاز علی خاں کے حصہ میں آتی ہے جو وہاں کا ایک راجپوت زمیندار ہے۔ نہ معلوم اس کے دل میں کیا امنگ اٹھتی ہے اور جذبات کا وہ کونسا طوفان برپا ہوتا ہے جو اسکی روح کو اسدرجہ بیدار کرتا ہے کہ وہ اپنی مملوکہ زمین کا ایک اچھا خاصہ ٹکڑا اسلام اور قرآن کی دعوت و تبلیغ کیلیے وقف کر دیتا ہے، وہ اس مبارک کام کی تعمیل و تکمیل کیلیے ہر اس شخصیت سے جویا و مستفسر ہوتا ہے جو اسکے علم و دانست میں اسلام اور اسلامیت کی شیدا اور درد آشنا ہوتی ہے - وہ صرف اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ ان تمام سے مشورہ کر کے ایک ایسی ہستی کا کھوج لگاتا ہے جو معارف قرآن اور اسلامیات کے ابحار کی شناور ہوتی ہے - وہ اس سے اپنا مطلب بیان کرتا ہے اور اسے اس عظیم الشان اور اہم کام کا ذمہ لینے کی تکلیف و دعوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیش کرتا ہے۔

یہ شخصیت سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ہوتی ہے جو متواتر پانچ سال تک حیدر آباد دکن میں خود بھی اسی گوہر مقصود کیلیے بیتابانہ منتظر ہوتی ہے اور جب وہ مقصود اسکی نگاہوں کے عین سامنے آجاتا ہے تو وہ لبیک لبیک کہہ کر اسکی طرف جھپٹتی ہے۔ وہ چودھری صاحب کی دعوت کو ایک طویل خط و کتابت کے بعد قبول کر لیتی ہے اور جمال پور سے متصل اس سرزمین پر آکر ڈیرے ڈال دیتی ہے جس کا نام کام کی نوعیت کے لحاظ سے "دارالاسلام" تجویز ہوا ہے۔

جماعت کی اولین بنیادوں کیلیے مرکز اور داعی دونوں کی ضرورت ہوتی ہے سو بحمد اللہ کہ وہ اس طرح پوری ہوئی۔ اب مرکز کے اندر داعی کا سب سے پہلا کام جماعت کی ترتیب و تشکیل کیلیے افراد کا جمع کرنا ہوتا ہے چنانچہ اس اہم کام کو بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ ایک سچے داعی الی الحق کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ وہ افراد کو اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ اپنے مقصد و منتہیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ اپنے ہی جیسے بلکہ اپنے سے اعلیٰ اور برتر افراد کا حریص ہوتا ہے اور جب وہ انہیں ایک خاص تعداد میں لے لیتا ہے تو "اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کے معیار و اصول پر وہ اپنی ذات کو چھوڑ کر اپنے دیگر ساتھیوں کو پرکھتا ہے اور اس کا ہر ایک ساتھی بھی اس امر میں اسکی تقلید کرتا ہے۔ دعوت الی الحق اب کسی کا ذاتی مسئلہ نہیں رہ جاتا بلکہ وہ اس مختصر سے حلقہ میں ایک اجتماعی مسئلہ بن جاتا ہے۔ ہر ایک اپنی ذات و وجود کو اپنے ساتھیوں کی ذات و وجود میں مدغم سمجھتا ہے اور پھر اس خمیر سے اس تنظیم

ﮮ چودھری صاحب کا ابتداء میں صرف اسیقدر خیال تھا کہ وہ محض درس و تبلیغ قرآن حکیم کیلیے اپنی جائداد کا ایک حصہ وقف کر دیں لیکن بعد میں جب انہوں نے اس موضوع پر مولینا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب سے خط و کتابت کی تو موخر الذکر نے نہایت تفصیل کیساتھ انہیں وقت کی سب سے بڑی ضرورت سے واقف کیا، اور چونکہ ترجمان القرآن جو کہ مولینا موصوف کی زیر ادارت اسوقت حیدر آباد دکن سے نکل رہا تھا چودھری صاحب کو برابر پہنچ رہا تھا اس لیے مولینا کی وسعتِ نظری کے بہت جلد قائل ہو گئے اور انہیں کا حل اختیار کیساتھ وہ "دارالاسلام"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الٰہی کا وجود ظہور میں آتا ہے جو "واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا" کا عین مصداق ہوگی
میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ذات میں اس نشان کو ظاہر و باہر دیکھتا ہوں۔ وہ اپنے وجود کی طرف
لوگوں کو دعوت نہیں دے رہا بلکہ اعلاء کلمۃ الحق کیلیے اہل شورای کی ترتیب و تاسیس عمل میں لا رہا ہے۔
اس نے کم از کم پچیس افراد کی حد مقرر کی ہے، اور جونہی کہ یہ مطلوبہ تعداد فراہم ہو جائیگی اس سرزمین مادہ و اصنام
پرستی میں امارت و خلافت الٰہیہ کی داغ بیل ڈال دی جائیگی اور قرعہ اس دیوانے کے نام ڈالا جائیگا جو
ہم سب سے زیادہ متقی ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ مجھ جیسا سرکش نامطیع ہونیوالا شخص بھی جسکی زندگی کا ہر ایک باب سعئی عزائم کی
راہ میں گذرا ہے، اس دعوت حق کے آگے تسلیم ہو چکا ہے اور اس مرکز کی طرف ہجرت کر آیا ہے جو
اسکی زندگی کا عین مقصود تھا۔ اس وقت تک کہ اس پچیس کا کورم پورا نہیں ہو جاتا ابوالاعلیٰ مودودی
صاحب ہی وہ شخص ہونگے جو "دارالاسلام" کے تمام امور کا جو "وقف" کی نگرانی و انتظام سے علاوہ
ہیں ادارہ و اہتمام کرینگے اور اس اثناء میں وہ تمام افراد جو اس دعوت سے متاثر ہو کر ہجرت کر آئینگے
ان کے رفیق و مشاور ہونگے۔

ممکن ہے کہ "دارالاسلام" بہت ہی جلد ایک بڑے قریہ یا شہر کی شکل اختیار کرے تاہم ابتداً
میں "مرکز" کی طرف صرف انہی افراد کا استقبال کیا جائیگا جنہیں وہ خود دعوت دیگا۔ اس طرح مرکز اور
داعی گویا ان افراد کیلیے بمنزلہ ایک سگنل اور نشان کے ہیں جنہوں نے اسلام کے صحیح تصور کا ایک پورا خاکہ
اپنے ذہنوں میں اتار رکھا ہے اور جو اس طلب میں پہلے ہی سے حیران و سرگرداں پھر رہے تھے کہ
کب کوئی مقام و مرکز نظر آئے اور وہ وہاں جمع ہو کر اسلام کے اس صحیح تصور کو عملی رنگ میں دنیا
کے سامنے پیش کریں۔

(باقی)

© rasailojaraid.com